قبولِ احمدیت

کی

داستان مع منظوم کلام

الحاج مولوی عزیز الرحمن صاحب منگلا

مولوی فاضل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ
وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (عنکبوت)

میری
قبولِ احمدیت

کی داستان مع منظوم کلام

ازقلم

جناب الحاج مولوی عزیز الرحمٰن صاحب مولوی فاضل منگلا
مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

شائع کردہ
احمد اکیڈمی ربوہ

انتساب!

صداقت قبول کرنے کیلئے ان بے چین و مضطرب رُوحوں کے نام
جن کے متعلّق
سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے:۔

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔" (الوصیۃ)

خادمِ سلسلہ

عزیز الرحمٰن۔ منگلا

(اکتوبر ۱۹۶۴ء)

کلمۂ آغاز

آسمانی تحریکات پر لبیک کہنے کی سعادت پانے والے انسانوں کو مختلف مراحل میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ صدہا روکیں پیدا ہوتی ہیں۔ مگر ان کا عزمِ صمیم انہیں گوہرِ مراد پانے میں کامیاب کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط

مجھے محترم الحاج مولوی عزیز الرحمن صاحب منگلا سے اس وقت سے تعارف حاصل ہے۔ جب آپ ابھی تحقیق حق کی منازل طے کر رہے تھے۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہے۔ جب میں نے اور اخویم مولوی محمد یار صاحب عارف نے ان کی تحریک پر ان کے گاؤں کے پہلے جلسہ میں تقاریر کی تھیں۔ اس وقت ابھی آپ کے اور آپ کے ایک دو ساتھیوں کے سوا گاؤں کے باشندے دائرۂ احمدیت میں داخل نہ ہوئے تھے۔

مولوی صاحب موصوف کے خلوص اور ان کی دردمندانہ دعاؤں اور چک منگلا کے احباب کی نیکی کا نتیجہ ہے کہ آج ایک بڑی اکثریت احمدیت کو قبول کر چکی ہے۔

مجھے مولوی عزیز الرحمن صاحب فاضل کی قبولِ احمدیت کی داستان بہت پسند ہے میری تحریک پر ہی انہوں نے اسے قلمبند فرمایا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے آمین۔

خاکسار ابوالعطاء جالندھری
ربوہ

۷ راکتوبر ۱۹۶۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری قبولِ احمدیّت کی داستان

منگلا قوم

خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے اس خاکسار کو حضرت محمد عربی سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں پیدا کیا اور پھر اپنے مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بخشی۔ اور ہمیں بھی کتائبِ محمدیہؐ کے آخری لشکر میں بھرتی کر لیا۔ فالحمد للہ ربِ العالمین۔

اس احقر کی پیدائش دسمبر ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ ہماری قوم منگلا راجپوت ہے۔ اس قوم کے کئی خاندان فاروکہ ضلع سرگودہا میں آباد ہیں۔ دو تین چکوک اس قوم کے کمالیہ کے گردونواح میں واقع ہیں۔ چند جھوکیں لودھران ضلع ملتان میں آباد ہیں۔ ایک چک ساہی وال شاہ پور کے قریب واقع ہے اسی طرح اس قوم کے افراد ضلع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخان میں بھی بستے ہیں۔

چک منگلا جس میں خاکسار کی رہائش ہے چک ۱۶۸/۱۷۱ شمالی رسول پور منگلا کہلاتا ہے۔ جو ریلوے سٹیشن سوہاگہ ضلع سرگودہا کے عین مشرق میں بفاصلہ ۲ دو میل واقع ہے۔ ہمارے آباء واجداد کا پیشہ شتر پروری اور شتربانی رہا۔ لہٰذا اس قوم کی سابقہ نسلوں کو علم و معرفت

سے بہت کم واقفیت رہی۔ انگریزوں کے زمانہ میں ہمارے چکوک آباد ہوئے۔ اور ہمیں زمینیں ملیں۔

خاکسار کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ عزیز الرحمٰن ولد رائے غلام محمد ولد رائے احمد ولد جوہر ولد خان ولد فتح محمد ولد کبیر ولد رحمت الخ۔ رحمت کے آباء و اجداد میں کسی بزرگ کا نام منگلا تھا۔ جس کا نسب نامہ راجہ سیلوان سے جا ملتا ہے۔

چک منگلا کی مذہبی تاریخ

تقریباً ۳۵ سال پہلے جبکہ اس عاجز کی عمرؔ پانچ چھ سال تھی۔ ضلع جہلم بھوچھال کلاں کے ایک عالم بزرگ المعروف مولوی منور دین صاحب سیاحت کرتے ہوئے ہمارے چک میں تشریف لائے آپ نصاب دیوبند کے فاضل اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ مولانا حسین علی صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ اور اُن سے ہی رُوحانی فیض حاصل کرنے والے تھے۔ اُن ایام میں ہمارا گاؤں ایک معمولی کور دِہ سمجھا جاتا تھا۔ اس جگہ دینی یا دنیوی علم کا نام و نشان نہ تھا۔ دیہاتی لوگ صرف سادہ قرآن شریف پڑھ لینا ہی غنیمت جانتے تھے۔ اور وہ بھی چار چار پانچ پانچ سالوں میں مکمل ہوتا تھا۔ پیر منورؔ الدین صاحب موصوف ہمارے بزرگوں کی درخواست پر ہمارے گاؤں میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اور اعلان کیا کہ میں دو ماہ میں قرآن مجید پڑھا سکتا ہوں۔ چک کے تمام باشندے آپ کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ چھوٹے بڑے بچے بوڑھے مرد عورت سب نے قاعدے سیپارے لے کر پڑھنا شروع کر دیا ——

پیر صاحب قادیان سے قاعدہ لیسرنا القرآن بذریعہ ڈاک منگواتے اور ایک ماہ میں قاعدہ پڑھا دیتے۔ دوسرے ماہ میں قرآن شریف پڑھا دیتے۔ اس زمانہ میں ہم لوگوں کو قادیان کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اس سے پہلے عام طور پر (بغدادی قاعدہ) یہاں مسجد میں پڑھایا جاتا تھا۔ جس کا پڑھنا اور سمجھنا دیہاتیوں کے لئے بہت ہی مشکل تھا۔ جب گاؤں میں پیر صاحب کا اثر و رسوخ قائم ہو گیا۔ اور اکثر لوگ قرآن شریف پڑھ گئے۔ اور باہر علاقہ میں مشہور ہو گیا کہ فلاں پیر صاحب ایک دو ماہ میں قرآن شریف پڑھا دیتے ہیں۔ تو آپ نے توحید و سنّت کا پرچار شروع کر دیا۔ چونکہ اس علاقہ میں قبر پرستی، پیر پرستی، شرک و بدعت اور غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کا کافی رواج تھا۔ لہذا پیر صاحب نے ان مسائل پر لیکچر دینے شروع کئے۔ اور کافی لوگ شرک و بدعت سے تائب ہو گئے۔ لیکن اب ان مسائل پر آپ کی مخالفت بھی سخت شروع ہوئی۔ اور آپ کو اور آپ کے متبعین کو وہابی وغیرہ کے القاب اور خطاب ملنے شروع ہوئے۔ چونکہ یہ علاقہ زیادہ تر مشہور گدی سیال شریف کے پیروں کے ماتحت تھا۔ اور اس علاقہ کے وہ بڑے پیر مانے جاتے تھے۔ لہذا وہاں کے پیر صاحبان نے بھی محسوس کیا کہ اس علاقہ کے لوگ ہمیں چھوڑ کر پیر منوّر الدین کے مرید ہوتے جاتے ہیں۔ گویا وہابی ہوتے جاتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس علاقہ میں اپنے دورے شروع کر دیئے۔ لیکن خدا کے فضل سے چک منگلا کے گرد و نواح میں اکثر دیہات میں

لوگ شرک و بدعت سے متنفر ہو گئے۔

ہمارا تبلیغی نظام

پیر صاحب نے چک منگلا کے لوگوں سے عہد لیا کہ ہم ہر ماہ کے ایام البیض (قمری مہینے کی ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخیں) تین دن تبلیغ کے لئے وقف کیا کریں گے۔ اور توحید و سنّت کی تبلیغ کے لئے یہ تین دن باہر گذاریں گے۔ چنانچہ پیر صاحب اور آپ کے خاص مریدین تاریخ معین پر ایک قافلہ کی صورت میں اونٹوں پر خورونوش کا سامان باندھے اور ضروری کتابوں کو ساتھ اٹھائے ہوئے دُور دراز نکل جاتے اور تبلیغ کرتے۔ یاد رہے کہ اس سارے پروگرام میں پیر صاحب کے "وزیر اعظم" الحاج صالح محمد منگلا تھے۔ جو ہماری قوم کے بزرگ ہیں اور اب ہماری منگلا کی جماعت کے عظیم رکن ہیں۔

مناظرہ سلّانوالی

جب اس طرح پر جھنگ اور سرگودھا کے ہر دو اضلاع میں کافی تبلیغ ہو گئی۔ اور سیال شریف والوں نے سمجھا کہ اب تمام علاقہ ہمارے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔ تو موجودہ گدّی نشین جناب صاحبزادہ قمر الدین صاحب علماء کی ایک جماعت لے کر چک منگلا وارد ہوئے۔ اور ہماری جماعت سے مناظرہ کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ شرائط مناظرہ طے ہوئیں اور "علمِ غیب" کے موضوع پر مناظرہ کی تاریخ وغیرہ کا پروگرام طے کر لیا گیا۔

یعنی صاحبزادہ صاحب کے نزدیک تمام انبیاء۔ اولیاء ہر وقت ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔ اور پیر صاحب کے نزدیک ہر وقت ہر چیز کا علم صرف

خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ اس مسئلہ پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔ چونکہ یہ مناظرہ ایک بین الاضلاعی شکل اختیار کر گیا۔ لہٰذا اس کا مقام سِلانوالی، جو ایک مشہور منڈی ہے، مقرر کیا گیا۔ یہ مشہور تاریخی مناظرہ ۱۵/۱۶ ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء کو سِلانوالی کے مقام پر منعقد ہوا۔ جس میں ہندوپاکستان کے دیوبندی اور بریلوی علماء کا جمِ غفیر حاضر ہوا۔ تمام گدیوں کے مشائخ بھی موجود ہوئے۔ ہماری طرف سے مولٰنا عبدالمنان صاحب خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور صدر اور ہندوستان کے مشہور عالمِ دین ایڈیٹر الفرقان بریلی (ہند) مولٰنا محمد منظور صاحب نعمانی مناظر مقرر ہوئے اور بریلوی حضرات کی طرف سے مولوی کرم دین آف بھیں صدر اور مشہور عالم مولوی حشمت علی صاحب بریلوی مناظر مقرر ہوئے۔

اس کے علاوہ ہمارے مؤیدین میں مولٰنا احمد علی صاحب لاہوری اور مولانا حسین علی صاحب آف واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بڑے بڑے بزرگ تھے۔ مناظرہ کامیاب ختم ہوا۔ پولیس کا انتظام اچھا تھا کوئی شور وغیرہ نہ ہوا۔

اس مناظرہ نے چک منگلا اور پیر صاحب موصوف کی شہرت کو زیادہ اُجاگر کیا۔ چنانچہ یو پی کے مشہور عالم مولانا مولوی محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بھی مولانا نعمانی کے ساتھ مناظرہ میں شامل تھے۔ انہوں نے واپس وطن جا کر اس مناظرہ کی روئداد شائع کی۔ جو ملک بھر میں تقسیم ہوئی۔ جس کا نام ہے :-

"روئداد مناظرہ سلانوالی (پنجاب) مسمّٰی بہ اسم تاریخی۔"

ھوالظفر المبین ملقب بہ مناظرہ علم غیب ۱۳۵۵ھ

جسے ناظم مکتبہ الفرقان بریلی نے شائع کیا۔

چک منگلا کا ذکرِ خیر

مولانا قاسمی صاحب کتاب مذکور کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"لیکن حق تعالیٰ نے اپنی سنّت قدیمہ کے مطابق وہیں چند ہستیاں ایسی بھی پیدا کر دی ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں توحید و سنّت کی تبلیغ و اشاعت کیلئے وقف کر رکھی ہیں انہیں بزرگوں میں سے حضرت مولانا مولوی حسین علی شاہ صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم کی ذات بابرکات بھی ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے ایک پُر جوش اور مجاہد عالم مولانا منوّر الدین صاحب بھی ہیں۔ آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے بالکل وقف کر رکھا ہے۔ آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیانوالہ نمبر ۱۶۸ میں ہے آپ ہر مہینے خاص اہتمام کے ساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں۔ اس دورہ میں آپ کے متوسلین کی کافی جماعت ساتھ ہوتی ہے۔ جن کی تعداد بعض اوقات تیس چالیس تک پہنچ جاتی ہے۔ کھانے پینے وغیرہ ضروریات کا کل سامان آپ کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوا ہوتا ہے۔ یہ قافلہ کسی بستی میں جا کر قیام کرتا ہے۔ اور محض خالصًا لوجہ اللہ تبلیغ حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

مواعظ کا زیادہ تر حصہ توحید و سنّت پر مشتمل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں کے حالات کا تقاضا یہی ہے۔ اس نیک کام کے آغاز کو قریبًا دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اللہ کے سینکڑوں بندوں کو اس کے ذریعہ سے بحمد للہ ہدایت ہوئی اور شرکت و بدعت سے تائب ہو کر توحید و سنّت پر قائم ہو گئے۔"

میری تعلیم

فاروکہ خالصہ ہائی سکول ضلع سرگودھا میں ٹڈل پاس کرنے کے بعد مجھے بھی پیر صاحب موصوف کے مدرسہ میں عربی پڑھنے کے لئے داخل کیا گیا۔ پیر صاحب کے مدرسہ میں کافی طلباء تعلیم پاتے تھے۔ جن کے اخراجات کے کفیل اہالیانِ منگلا تھے۔ جن کی تعداد بعض اوقات چالیس پچاس تک ہوتی۔ خاکسار نے کریما پندنامہ شیخ عطاء سے لے کر ابوالفضل تک فارسی پڑھی پھر صرف کے چند رسالے فصول اکبری، شافیہ تک، پھر نحو کے رسالے شرح جامی تک، فقہ شرح وقایہ تک، منطق قطبی تک پڑھیں۔ اور اسی معیار تک پیر صاحب موصوف درسی کتب پڑھا سکتے تھے۔ ادھر تصوف اور روحانیت کا علم حاصل کرنے کے لئے بزرگان نقشبندیہ کے رسالہ جات اور کتابیں مثلاً دارالمعارف۔ ارشاد الطالبین۔ فوائد عثمانیہ۔ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ سبقاً پڑھیں۔

اس کے بعد باقی تعلیم کو موقوف کر کے صرف مثنوی مولانا رومؒ کے سات دفاتر مکمل پڑھے۔ اور میں کافی حد تک صوفی بن گیا۔ ہاں ایک بار مشکوٰۃ شریف بھی درساً ختم کر لی۔ اس کے بعد میں نے اپنی زندگی پیر صاحب کی خدمات میں وقف کر دی۔ اس نظریہ پر کہ اب روحانیت اور فیضِ الٰہی صرف خدا رسیدہ بزرگوں کی معیت سے ہی ملتا ہے۔ مجھے شوق پیدا ہو گیا کہ اب خدا تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے۔ اور انسان کی پیدائش کی غرض تعلق باللہ ہے۔ باقی یہ علوم ظاہری تو محض بطور آلہ کے ہیں۔ اور فنا فی اللہ کا مقام فنا فی الشیخ پر موقوف ہے۔

جب پیر صاحب نے دیکھا کہ میں نے تمام عمر ان کی خدمت میں وقف کر رکھی ہے۔ تو انہیں خیال آیا کہ یہ ایک ذہین لڑکا ہے اور ترقی کر سکتا ہے۔ اور میں اس کی ترقی پذیر استعدادوں کو روکے بیٹھا ہوں۔ تو انہوں نے مریدوں سے چندہ اکٹھا کر کے محض میرے لئے الگ استاد بلوانے کا پروگرام بنایا تا کہ میں بقیہ تعلیم کو مکمل کر سکوں چنانچہ میرے لئے دو تین اساتذہ علی المشاہرہ یہاں رکھے گئے اور میں نے دوبارہ تعلیم شروع کی۔

میرے ۲ دو اساتذہ

اول چکڑالہ کے ایک مشہور عالم مولوی نصیر الدین صاحب نامی جو مولوی فاضل اور فاضل دیوبند تھے۔ میرے استاد مقرر ہوئے۔

میں نے چار سبق شروع کئے۔ مقامات مطول۔ ہدایہ آخرین بیضاوی۔ انہوں نے مجھے ہفتہ پڑھایا اور ساتویں دن وہ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ میں اجازت چاہتا ہوں کہ وطن واپس جاؤں۔ کیونکہ یہ لڑکا جتنا مطالعہ کرتا ہے میں اتنا نہیں کر سکتا۔ یہ ہر کتاب کے تقریباً بیس بیس صفحات روزانہ مطالعہ کر کے لاتا ہے جو صبح پڑھنے ہوتے ہیں۔ اور مجھ سے اتنا مطالعہ نہیں ہو سکتا۔ معلوم نہیں یہ جن ہے یا اسے کوئی فرشتہ پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ استاد صاحب موصوف واپس چلے گئے۔ اور مجھے کئی اپنی کتابیں مطالعہ کے لئے دے گئے۔

اس کے بعد کھلانٹ ضلع ہزارہ کے ایک عالم مولوی حبیب الرحمٰن صاحب

کو بہ توسط مولانا احمد علی صاحب لاہوری یہاں منگوایا گیا۔ آپ اچھا مطالعہ کرنے والے تھے۔ وہ چھ ماہ ہمارے پاس رہے۔ ہم ان کو چالیس روپیہ مشاہرہ اور دو وقت کا کھانا دیتے تھے۔ مَیں نے اس عرصہ میں ملا جلال۔ زواہد ثلثہ۔ میبذی۔ شمس بازغہ۔ صدرا۔ شرح عقائد۔ خیالی۔ مطول وغیرہ۔ بہت سی کتب سبقاً پڑھیں اور پھر وہ واپس چلے گئے۔ یہ ۱۳۶۴ھ کے حالات ہیں۔

اس کے بعد تو مَیں نے خود ہی مطالعہ شروع کیا۔ میں پیر صاحب کی لائبریری کا انچارج ہوتا تھا۔ ساری صحاح ستہ۔ شروح۔ فقہ کی کتابیں شامی تک شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتب۔ امام ابن قیمؒ۔ امام ابن تیمیہ کی کتابیں غرضیکہ جتنی کتابیں ہماری لائبریری میں تھیں۔ مَیں نے کئی کئی بار ان سب کا مطالعہ کر لیا اور مَیں پیر صاحب کا ایک اچھا خاصہ مبلغ اور معاون اور خلیفہ بن گیا۔ ہاں اسی زمانہ میں مَیں نے سوا تین ماہ کے عرصہ میں قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔

میرے دو مناظرے

اس دَوران پیر صاحب کے ساتھ بریلوی حضرات کے کئی مناظرے ہوئے جن میں مَیں پیر صاحب کا دستِ راست ہوتا۔ بلکہ ایک مشہور مناظرہ محمدی شریف کے علاقہ میں ہوا۔ وہاں مجھے بھجوایا گیا۔ محمدی شریف کے چند علماء تھے۔ علم غیب پر مناظرہ تھا ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے مقام مناظرہ "چک چچکانہ" تھا۔ جہاں اب ہماری نئی جماعت بھی قائم ہو چکی ہے۔

پہلے دن تو مولوی ہار گئے اور انہوں نے خود محسوس کیا کہ ہم ہار گئے

راتوں رات لوگوں نے اس علاقہ کے مشہور پرانے مولوی قطب الدین جوتیانوالہ کو بلوایا۔ اور دوسرے دن پھر مناظرہ کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا جب کل مناظرہ ختم ہوگیا۔ دوبارہ کیا ضرورت ہے۔ رائے خان محمد صاحب مرحوم سابق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کوٹ سلطان جھنگ اس وقت میرے ساتھ تھے۔ اور چند دیگر پیر بھائی احباب بھی۔

مولوی قطب دین نے مسجد چک چچکانہ میں بڑ ہانکی کہ عزیز الرحمٰن منگلا ایک نوجوان ناتجربہ کار ہے۔ وہ میرا مقابلہ کیسے کر سکے گا۔ لوگوں نے مجھے آکر اس کی یہ بات سنائی میں نے فوراً ایک کاغذ پہ یہ دو عربی شعر لکھے اور میں نے کہا اگر مولوی قطب دین ان دو شعروں کا ترجمہ اور نحوی ترکیب بتادے تو میں ہارا اور وہ جیتا۔

(۱) وِفَاقُ کَعْبُ[۱] بِجیرٍ مُنْقِذٌ لکَ مِن
تَعْجِیْلِ تَہْلُکَۃٍ وَالخُلدِ فِی سقرا

(۲) فَقُلتُ لعبدِاللّٰہِ لمَّا سِقَاۤءُنَا[۲]
وَنَحنُ بِوَادِی عَبدِشَمْسٍ وھاشمٖ

جب میرا یہ رقعہ اسے ملا تو نادم اور شرمندہ ہوا۔ اور کچھ جواب نہ لکھا۔ اس کے بعد مناظرہ شروع ہوا۔ اور صبح سے شام تک مناظرہ ہوتا

---

[۱] کعب منادی ہے اور بجیر وفاق کا مضاف الیہ ہے۔ ۱۲

[۲] اصل میں ہے لما سقاءنا دھی۔ شِم امر ہے اور لما کی جزا ہے۔ ۱۲

رہا اور ہزاروں لوگوں کو توحید کا پیغام سنایا گیا۔

خواب کے فرشتے

اس رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا چھوٹے چھوٹے بچے دس پندرہ میرے جسم کو دبا رہے ہیں۔ اور میں حسب معمول جانتا ہوں کہ یہ فرشتے ہیں۔ ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے۔ کہ اٹھ کر تہجد پڑھیں۔ دوسرے فرشتے اس سے ناراض ہو کر کہتے ہیں۔ کہ نہ جگاؤ۔ اسے آرام کرنے دو۔ مناظرہ کی وجہ سے اس کو دو تین دن کی تھکاوٹ ہے اور وہ بہت ہی پیار و محبت سے مجھے دبائے جا رہے ہیں اور خواب میں اور جاگنے کے بعد میرے قلب میں ایسی لذت اور اطمینان اور سرور موجزن ہے۔ جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔

عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سے مکالمہ

اُن دنوں مولوی غلام اللہ خان صاحب خطیب راولپنڈی ہمارے پیر بھائی تھے کسی کام کے لئے میں ان کے پاس راولپنڈی گیا۔ انہوں نے کہا چلو کل ہزارہ میں آل انڈیا احرار کانفرنس ہے۔ جا کر دیکھیں بذریعہ ریل ہم ہزارہ پہنچے۔ مدراس سے پشاور تک کے احرار جمع تھے۔ وسیع پنڈال تھا۔ جلسہ شروع تھا۔ ہزار ہا لوگ جمع تھے۔ عطاء اللہ شاہ صاحب ایک مکان کے بالا خانہ پر آرام فرما تھے۔ کیونکہ رات بھر تقریر کرتے رہے تھے۔ مولوی غلام اللہ خان صاحب اور چند دیگر علماء چھچھ کے علاقہ کے اور خاکسار شاہ صاحب کی ملاقات کے لئے اُوپر گئے۔ شاہ صاحب ملے۔ ہم کو یعنی مولوی حسین علی صاحبؒ کے مریدین کو شاہ صاحب اچھا نہ جانتے

تھے۔ کیونکہ ہم کٹر موحد تھے۔ اور احرار میں شیعہ۔ سُنّی۔ دیوبندی بریلوی سب قسم کے لوگ جمع تھے۔

مولوی غلام اللہ خان صاحب نے درخواست کی کہ شاہ صاحب ہمیں بھی اپنے جلسہ میں توحید کے موضوع پر تقریر کرنے کا وقت دیں۔ عطاء اللہ شاہ صاحب نے (تحکمانہ لہجہ میں) کہا کہ "مجھے تمہاری توحید کی کچھ ضرورت نہیں تمہاری ٹکر بریلویوں سے ہے۔ اور میری ٹکر انگریز سے ہے۔ ایک دفعہ فلاں مقام پر منور دین نے مجھے توحید کا وعظ کیا۔ اسی طرح قاضی شمس الدین آف گوجرانوالہ سے میری ایسی گفتگو ہوئی۔ میں تم لوگوں کو جانتا ہوں۔ تم لوگوں میں افتراق پھیلانا چاہتے ہو۔" غرضیکہ سخت حقارت آمیز الفاظ میں شاہ صاحب نے ان بزرگوں کا ذکر کیا۔ مولوی غلام اللہ خان صاحب تو چُپ ہو گئے۔ لیکن مَیں غیرت سے بول اٹھا۔ اور مَیں نے کہا شاہ صاحب تم نے میرے پیر کی بے ادبی کی ہے۔ تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ مولوی منوّر دین صاحب آپ کو وہ توحید سکھانا چاہتا تھا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ابوجہل کو سکھانا چاہتا تھا۔ میں نے یہ الفاظ سخت جوش سے کہے۔ حالانکہ وہاں میری کوئی وقعت ہی نہ تھی۔ ایک درویش مسافر طالب علم اور عطاء اللہ شاہ صاحب کا اس زمانہ میں جو طوطی بولتا تھا سب کو معلوم ہے۔ اور پھر خصوصاً آل انڈیا احرار کانفرنس اور پھر شاہ صاحب کے کمرۂ خصوصی میں۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ لوگ اب مجھے ماریں گے۔ پیٹیں گے لیکن کلمۃ حقٍ عند سلطانٍ جائرٍ پر عمل پیرا تھا۔

شاہ صاحب بھی حیران ہوئے یہ کون پوشیدہ رستم ہے جو میرے مقابلہ میں بولتا ہے۔ رعب دار آواز سے کہا ابوجہل تو خدا کا منکر تھا۔ مَیں نے کہا ہرگز نہیں۔ قرآن کہتا ہے وہ خدا کو مانتا تھا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (العنکبوت آیت ۶۱)

اسی مضمون کی مَیں نے پانچ چھ آیات پڑھ دیں۔ انہوں نے سمجھا کہ اس مناظرہ میں ان کی توہین ہے کہا۔ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں تم چپ کرو۔ مَیں نے کہا تمہارے تو وہ بھائی ہیں میرے پیرومرشد ہیں۔ مَیں اُن کی شان میں نازیبا الفاظ برداشت نہیں کر سکتا۔

جب باہر نکلے تو چھچھ کے علماء اور مولوی غلام اللہ خان صاحب نے مجھے گلے سے لگایا اور بہت خوش ہوئے۔ اور پشتو میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ اس نوجوان کے سر پر نئی پگڑی باندھنی چاہیئے۔ اس نے آج توحید کی عزت رکھ لی۔ دوسرے دن ہم واپس چلے آئے۔

احمدیّت کی آواز

پیر صاحب موصوف ابھی ہمارے چک میں تشریف نہ لائے تھے۔ کسی زمانہ میں انہوں نے اپنے وطن بھوچھال کلاں کی جامع مسجد میں احمدیّت کے خلاف تقریر کی۔ وہاں ایک احمدی بزرگ بابا رعایت اللہ صاحب بھوچھالوی جو پیر صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ وہاں موجود تھے۔ پیر صاحب نے کسی اشتہار کی

تحریر پر اعتبار کرتے ہوئے دورانِ تقریر فرمایا کہ فلاں کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں آیت کے معنی نہیں سمجھے اور میں نے سمجھے ہیں۔ یہ کتنی آنحضرتؐ کی ہتک ہے۔

بابا رعایت اللہ صاحب احمدی نے اُٹھ کر کہا۔ مولوی صاحب اگر یہ حوالہ ایسا ہی ہے۔ تو بس احمدیت چھوڑ دوں گا۔ اور اگر غلط ہُوا تو پھر؟ پیر صاحب نے فرمایا تو آئندہ میں مرزا صاحب کے خلاف کبھی نہ بولوں گا۔ چنانچہ عام مجلس میں کتاب لائی گئی۔ اور یہ حوالہ اس کتاب سے ہرگز نہ نکلا۔ پیر صاحب فرماتے تھے۔ مجھے اتنی شرم آئی جس کی حد نہیں اور میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ عام مولویوں کے اشتہارات اور کتابوں پر جو احمدیت کے خلاف لکھی گئی ہوں۔ کبھی اعتبار نہ کروں گا۔ اس دن سے پیر صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ عزت بیٹھ گئی۔ خیر بات آئی گئی ہوئی۔ ایک دفعہ پیر صاحب کو یہاں منگلا سے لاہور جانا ہُوا۔ وہاں آپ نے لاہور کے مشہور مدارس اور علماء دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری سے ملاقات

آپ اس سفر میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے پاس بھی احمدیہ بلڈنگس تشریف لے گئے۔ وہاں ان سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق بات چیت ہوئی۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنی گرہ سے تقریباً چالیس روپیہ کی بہت سی کتابیں خرید کر پیر صاحب کو دیں۔ واپس آکر پیر صاحب نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اور خاکسار بھی چونکہ آپ کی لائبریری کا منتظم تھا۔ میں نے بھی ان کتابوں کا مطالعہ

شروع کیا۔ عام طور پر میں ایک کتاب پڑھتا جاتا اور پیر صاحب لیٹے لیٹے سُنتے جاتے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ براہین احمدیہ کے پہلے حصّہ سے لے کر ۱۸۹۹ء تک کی تمام کتابیں ہم نے خوب مطالعہ کر لیں۔ اور یہی کتابیں ہمیں لاہور سے ملی تھیں۔ علاوہ ازیں مولوی محمد علی صاحب کی اپنی لکھی ہوئی چند کتابیں۔ مثلاً النبوۃ فی الاسلام وغیرہ جن میں جماعت کے اختلافی مسائل پر بحث تھی۔ ان کتابوں کے ذریعہ سے ہمیں علم ہُوا۔ کہ مرزا صاحب کی جماعت کے دو گروہ ہیں۔ اور ان کے درمیان یہ اختلافی مسائل ہیں۔ مسئلہ نبوّت۔ مسئلہ خلافت۔ پیشگوئی مصلح موعود وغیرہ۔ لیکن اس زمانہ میں ہم مرزا صاحب کا ترجمان مولوی محمد علی صاحب کو سمجھتے تھے۔ اور بقول شاعر:-

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوی
فصادف قلباً خالیاً فتمکنا

وہی عقائد ہمارے دلوں میں گڑ گئے کہ مرزا صاحب ایک نیک آدمی ہیں نبی نہیں۔ نہ ہی آپ کے بعد خلافت کی ضرورت ہے۔

علماء کی مخالفت

ہمارے ان عقائد کا علم جب ہمارے دوسرے علماء کو ہُوا تو لاہور۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی۔ وان بھچراں سے کئی بزرگ علماء چک منگلا آنے شروع ہوئے۔ مثلاً مولوی غلام اللہ خان صاحب۔ قاضی شمس الدین صاحب۔ قاضی نور محمد صاحب مولوی شہاب الدین صاحب اور بے شمار علماء حضرات۔

ہمارے ساتھ ان کا یہ جھگڑا ہوتا کہ تم مرزا صاحب کو کافر کیوں

نہیں کہتے۔ ہم کہتے ہم احمدی نہیں صرف مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتے۔ وہ کہتے جو مرزا صاحب کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ ہم کہتے کہ ہمیں سمجھاؤ مرزا صاحب کیوں کافر ہیں۔ وہ دلائل دیتے ہم ان کو جواب دیتے کہ یہ وجوہ کافر بنانے کے لئے کافی نہیں۔

چونکہ پیر صاحب کی طرف سے حوالہ جات وغیرہ پیش کرنے والا میں تھا۔ مجھے اچھی مزاولت ہوتی گئی اور مسائل ذہن نشین ہوتے گئے۔

عبداللہ معمار سے مناظرہ

ہوتے ہوتے ہمارے تمام مریدوں کے عقائد پختہ ہو گئے کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور مرزا صاحب نیک انسان ہے لیکن ہمیں ان کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ اور مرزا صاحب کو نیک بزرگ مانتے ہوئے ہمیں اپنی پیری مریدی کا سلسلہ قائم رکھنا چاہیئے۔ ایک مرید کی دعوت پر پیر صاحب سلانوالی تشریف لے گئے۔ اور وہاں تقسیم ملک کے بعد کافی مہاجر آباد ہو چکے تھے۔ اور وہ لوگ ہمارے عقائد سے واقف ہو چکے تھے۔ انہوں نے ہمیں مرزائی مشہور کر دیا۔ اور ہمارے ساتھ مناظرہ کی طرح ڈال دی۔ پیر صاحب بھی جوشیلے آدمی تھے۔ انہوں نے لکھ دیا کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور مرزا صاحب اپنے تمام دعاوی میں سچے ہیں۔ اس پر مناظرہ رکھا گیا۔ انہوں نے راتوں رات مولوی بلوالئے۔ ہمیں نہ اس قسم کے مناظروں کا پتہ نہ پورا دلائل کا علم۔ بہر حال دوسرے دن عبداللہ معمار امرتسری ان کی طرف سے مناظر مقرر ہوا۔ اور خاکسار عزیز الرحمن پیر صاحب کی طرف سے مناظر مقرر ہوا۔ مجھے کہیں سے احمدیہ پاکٹ بک بھی

مل گئی۔ ویسے بھی وفاتِ مسیح کے دلائل ایک کاپی پر جمع کر رکھے تھے۔
خدا تعالیٰ کے فضل سے مناظرہ بہت اچھا ہوا۔ اور یہ بھی عجیب قسم کا مناظرہ تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے کہ نہ ہم احمدی نہ لاہوری نہ قادیانی۔ اور وفاتِ مسیح اور صداقت مرزا صاحب پر مناظرہ کر رہے ہیں۔ لیکن اصل میں خدا تعالیٰ ہمیں ٹریننگ دے رہا تھا کہ تم نے احمدی بن کر تبلیغ کرنی ہے ابھی سے تیاری اور مشق کر لو۔

ربوہ دارالہجرۃ کی بنیاد انہیں ایام میں ربوہ مرکزِ احمدیت جب ہمارے علاقہ میں آباد ہونا شروع ہوا۔ اور سرگودھا شہر میں بھی کافی احمدی احباب آ گئے۔ تو مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کی تمام تصنیفات اکٹھی کرنی شروع کیں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم پڑھی، حقیقۃ الوحی پڑھی۔ نبوت کا مسئلہ حل ہو گیا۔ ہاں ان دنوں مَیں نے مسئلہ مصلح موعود، مسئلہ خلافت پر دونوں جماعتوں کا لٹریچر پڑھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر حق واضح کر دیا کہ خلافت برحق اور مرزا صاحب کی تحریرات کی روشنی میں مصلح موعود میرا پیارا المحمود ہے۔
اس کے بعد میرا اور میرے استاد پیر صاحب کا اختلاف شروع ہوا۔ وہ اسی عقیدے پر جم گئے کہ مرزا صاحب نبی نہیں اور نہ ہی خلافت کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی بیعت کی ضرورت ہے۔ اور خاکسار ان مسائل کی تہ تک پہنچ گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ سے پہلی ملاقات اب مَیں اعتقاداً احمدی ہو چکا تھا۔ لیکن پیر صاحب کو

چھوڑنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ ان کے ہم پر بہت احسانات تھے اور اُن کا رُعب بھی اتنا تھا کہ ان کو چھوڑنا کارے دارد تھا۔ لیکن لٹریچر کے ذریعہ سے اَب حق واضح ہو چکا تھا۔ مَیں ایک دفعہ لاہور گیا وہاں جودھامل بلڈنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز رہائش پذیر تھے۔ شام کی نماز مَیں نے حضور کی اقتداء میں ادا کی اور مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ نماز کے بعد ان دنوں حضور نفسیات پر کچھ لیکچر دیا کرتے تھے۔ اور کافی دوست جمع ہو جایا کرتے۔ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اور حضور کے طرزِ گفتگو نے مجھے کچھ ایسا گرویدہ کیا کہ مَیں رونے لگ گیا۔

حضور نے علاقہ پوچھا، تعلیم پوچھی۔ مَیں نے سب کچھ بتایا لیکن اس ملاقات اور حضور کی نگہ نے مجھے اپنا مطیع بنا لیا۔ قال الشاعر:۔

آں دِل کہ رَم نمودے از خوبرو جوانان
دیرینہ سال پیرے بُردش بیک نگاہے

مناجاتِ شوریدہ اندر حرم

اب مَیں نے علیحدگی میں پیر صاحب سے بات چیت مؤدبانہ انداز میں شروع کی اور اپنے دلائل دینے شروع کئے کہ جناب اجب حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں۔ تو پھر خدا کے مامور کے مقابلہ میں ہمیں اپنی گدّی چھوڑ دینی چاہیئے۔ اور بیعت میں شامل ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ قدم اٹھانا ان کے لئے بہت مشکل تھا۔ اور ہمیں پیر صاحب کا چھوڑنا بہت مشکل تھا۔ اسی کشمکش میں

۱۹۵۰ء میں میں نے حج کا ارادہ کیا اور اس سفر میں میری ایک غرض یہ تھی کہ اس معاملہ کے متعلق مقاماتِ مقدسہ پر دعا کروں گا۔ مجھے بیس دن کراچی ٹھہرنا پڑا۔ کیونکہ ہمارا جہاز لیٹ ہو گیا تھا۔ میں جمعہ احمدیہ ہال میں جا کر پڑھتا۔ اور رات دن سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرتا۔ مجھے یاد ہے کہ دعوۃ الامیر اور ذکرِ الٰہی میں نے وہاں ہی کسی احمدی دکاندار سے خریدی۔ اور سفر حج پر ساتھ لے گیا۔ ہاں مرقاۃ الیقین بھی ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اس کا بار بار مطالعہ کرتا تھا۔

خانہ کعبہ میں ۲ دو دعائیں

سُن رکھا تھا کہ خانہ کعبہ پر پہلی بار نظر ڈالنے کے وقت جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا دو دعائیں مانگیں۔ (۱) خدایا عمر بھر جو دعا مانگوں قبول فرمانا۔ (۲) جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہونا اگر تیری رضا کا موجب ہے تو مجھے ضرور داخل فرمانا۔

یوم عرفہ ۱۳۶۹ء

یوں تو بیت اللہ۔ مدینہ منورہ۔ منیٰ۔ عرفات۔ وغیرہ تمام مقاماتِ مقدسہ پر دعائیں کیں۔ لیکن یومِ عرفہ یعنی حج کے دن تو خصوصاً دعا کا موقعہ ملا۔

عرفات کے میدان میں تقریباً آٹھ نو بجے پہنچ گیا تھا۔ دوپہر کے بعد ظہر و عصر جمع کر کے احرام کی حالت میں ایک مشکیزہ پانی کا کندھے پر ڈالے۔ اور کاپی دعاؤں کی ساتھ لئے ایک چھتری لے کر جبلِ رحمت پر چڑھ گیا۔ جہاں حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ دیا تھا۔

خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اس مقامِ پاک پر حج کے دن کھڑے ہو کر قرآنی دعاؤں اور احادیثی دُعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے خدا سے یوں مخاطِب ہؤا۔

مَولا کریم مَیں گنہگار پاکستان سے تیرے اس متبرک مقام پر اس لئے آیا ہوں کہ میرے گناہ بخش اور اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تیرا سچا مسیح موعود ہے اور اس کی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ تو مجھے اس جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے مالک اگر قیامت کے روز تو مجھ سے سوال کرے گا۔ کہ تو نے مسیح موعود کو کیوں نہ مانا تو اس کا ذمہ دار تو ہوگا۔ مَیں روتے کرتے پڑتے تیرے در پر پہنچ گیا ہوں۔ اب آئندہ تو راستہ کھول۔ جو حالتِ دعا اور حالتِ گریہ اس وقت مجھ پر طاری ہوئی مجھے ساری عمر نہیں بھولے گی۔ گویا میں روزِ محشر میں حاضر تھا۔ اور خدا تعالےٰ سے آمنے سامنے بات کر رہا تھا۔ اور جب مجھے اپنی وہ حالت یاد آتی ہے۔ تو سمجھتا ہوں شاید شیخ سعدیؒ نے یہ شعر میرے حق میں ہی کہا تھا۔ ؎

دِلم مے بلرزد چوں یاد آورم
مناجات شوریدہ اندر حرم

چنانچہ اس سفر سے واپس آکر ایک موقعہ پر مَیں نے اس واقعہ کی یاد میں یہ چند شعر بھی کہے تھے۔ جن میں مَیں نے اللہ تعالےٰ سے خطاب کرتے ہوئے عاجزی سے کہا تھا کہ :-

دِل میرے ڈال دی تو نے محبت کی جھلک
مَیں تو آخر دم تلک روتا رہا باحالِ زار
عرصۂ عرفات میں ہے جبلِ رحمت خود گواہ
تھا پکارا مَیں نے تجھ کو بادِ چشمِ اشکبار
یاد کر وہ وقت جب میں در پہ تیرے جا کھڑا
دے مجھے رشد و ہدایت تھا زباں پر بار بار
گر نہیں ہے میرزائے قادیان تیرا مسیح
پھیر دے دل کو مرے، ہاتھوں میں تیرے اقتدار
گر بنا فیضانِ احمد سے غلامِ احمد مسیح
قوم کو میری ہدایت دے نہ ہوں از اہلِ نار

میری بیعت

واپس آکر دو سال متواتر مکرم پیر صاحب سے بحث و مکالمہ ہوتا رہا اور اس عرصہ میں مجھے کئی خوابیں بھی آئیں۔ جن کو مَیں نوٹ کر لیتا اور میری عقیدت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوماً فیوماً بڑھتی گئی۔ آخر مَیں نے حتمی فیصلہ کر لیا۔ اور خدا تعالیٰ نے میرے اندر قوّت بھر دی کہ خواہ پیر صاحب ناراض ہوں۔ اب خدا تعالیٰ نے عقلی، علمی، روحانی طور پر مجھ پر حجّت پوری کر دی ہے۔ اَب اگر مداہنت سے کام لوں تو شاید سلبِ ایمان کا معاملہ نہ ہو جائے۔ پس ۱۹۵۴ء کے جلسہ سالانہ پر یہ خاکسار حضور کی دستی بیعت سے مشرف ہوُا۔ اور میرے ساتھ رائے اللہ بخش ولد احمد منگلا نے بھی بیعت کی۔ اور

بعد میں خاکسار کے ذریعہ سے پیر صاحب کے تمام مرید سوائے چند ایک کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے داخل سلسلہ حقّہ ہو گئے۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

الفرقان کے اثرات

ہاں ایک بات لکھنی میں بھول ہی گیا! اور وہ یہ کہ میرے قبولِ احمدیت میں رسالہ الفرقان کا بھی حصّہ ہے۔ ۱۹۵۱ء میں جبکہ میں ابھی احمدی نہیں ہوا تھا۔ احمد نگر سے یہ رسالہ نکلنا شروع ہوا۔ میں اسی دن سے اس کا خریدار بنا۔ جب پہلا پرچہ مجھے ملا تو پڑھ کر اپنے تأثرات ایڈیٹر صاحب مولانا ابوالعطاء صاحب کو بھجوائے جو نومبر۔ دسمبر ۱۹۵۱ء کے سالانہ نمبر میں چھپ چکے ہیں۔ چونکہ وہ میری آج سے ۱۳ سال پہلے کی رائے ہے۔ جو میں نے بیعت سے پہلے ماہنامہ الفرقان کے متعلق لکھی تھی۔ امید ہے قارئیں اسے پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔ لہٰذا ذیل میں درج کرتا ہوں۔ "متفرقات" کے زیرِ عنوان درج ہے:۔

ایک عالم دوست کا گرامی نامہ

ضلع سرگودھا سے ایک علم دوست غیر احمدی مولوی صاحب کی طرف سے ذیل کا مکتوب موصول ہوا ہے:۔

"مکرم و معظم شیخ ابوالعطاء صاحب اعانکم اللہ فی مرامکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بندہ نے الفرقان کا پہلا پرچہ منگوایا۔ دیکھا۔ پڑھا۔ خدا کی قسم دل کو اتنا پیارا لگا جو بیان سے خارج ہے۔ اب ہر وقت یہی تمنا ہے کہ دوسرا پرچہ کب شائع ہوگا۔

مجھے دو چیزوں کا عشق ہے۔ عربی زبان اور دینی لٹریچر۔ میں نے پچھلے سال حرمین شریفین کا سفر بھی کیا ہے۔ میں نے البشیر کو دیکھا۔ العرب منگواتا ہوں۔ ام القریٰ از مکہ مکرمہ پڑھا مصری مجلات دیکھے۔ رشید رضا کے رسائل کا مطالعہ کیا جرجی زیدان کے ادبی مضامین سے بھی آگہی ہوئی۔ ناصیف یازجی کی نظمیں بھی پڑھیں۔ قندیل، طلوع اسلام۔ انجمن حمایت اسلام کے دینی رسائل بھی دیکھے۔ مگر سچ کہتا ہوں کہ الفرقان ایسا کوئی رسالہ صوری و معنوی فضائل سے پُر نہ پایا۔ ایک دن میں میں نے پانچ پانچ دفعہ اس کا بار بار مطالعہ کیا۔ ہر دفعہ ایک نئی لذت پیدا ہوئی۔ اگر یہ رسالہ اور اس کے مضامین لکھنے والے احمدیہ جماعت کے علاوہ اور کوئی صاحبان ہوتے تو تمام بلادِ اسلامیہ میں اس کی شہرت کی کوئی حد نہ رہتی۔ مگر صرف یہی بات کہ اس کا انتساب جماعت احمدیہ کی طرف ہے کور بین اس کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ ؎

حسدوا الفتیٰ اذ لم ینالوا سعیہ
فالقوم اعداء لہ وخصوم
کضرائر الحسناء قلن لوجھھا
حسداً وبغیاً انہ لدمیم

میرا خیال ہے کہ آپ لوگ خود بھی اس کی وہ قدر نہ سمجھتے ہوں گے جو اس کی حقیقی قدر ہے۔ کیونکہ آپ کہتے ہوں گے یہ تو ہمارے ہی لکھے ہوئے مضامین ہیں۔ نہیں، نہیں، نہیں۔

ے گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود (مولانا روم)

اب میری دعا اور آپ سے بھی یہی التجا ہے کہ اس کی حفاظت کامل طور پر فرماویں۔ کہیں راستہ میں اس کو چھوڑ نہ دیویں۔ زیادہ لکھنا مناسب ہے۔ صرف ایک شعر دیوان شریف رضی سے لکھتا ہوں۔ ے

وَلَيْسَ لِمَنْ لَمْ يَمْنَعِ اللّٰهُ مَانِعٌ

وَلَا لِقَضَآءِ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ غَالِبٌ

میرا یہ شعر رسالہ الفرقان کے بارے میں تھا۔ لیکن جب میں نے الفرقان کا صنا دیکھا تو اس شعر کو اس مضمون پر بھی بے حد چسپاں پایا۔ جہاں آپ لکھتے ہیں:۔ "اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی خوبی پر نظر کرنے سے بسا اوقات غیر مسلموں کے دل میں خیال آتا ہے کہ کاش یہ تعلیم ہماری ہوتی"۔

قلائد فرقانٍ تودّ لحسنها

قلوب الاعادی ان تکون ترائبا (الفرقان دسمبر ۱۹۵۱ء)

آخر میں میں سب قارئین کرام سے اپنے لئے اور اپنے سب افرادِ خاندان و قوم کے لئے درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدامِ احمدیت بنائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا آخرت میں اس کے حضور سرخرو ہو کر پہنچیں۔ آمین۔

خاکسار

عزیز الرحمٰن منگلا

مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

وہ رحمت کا بادل اِدھر آرہا ہے

(حضور کی سفرِ یورپ سے واپسی)

وہ بادل کے نیچے پہاڑوں کے پیچھے
مجھے چاند سا اک نظر آرہا ہے
وہ دریا سے گذرا پہاڑوں سے نکلا
خضر آرہا ہے خضر آرہا ہے
مشارق پہ برسا مغارب پہ چھایا
وہ رحمت کا بادل اِدھر آرہا ہے
مسیحِ زماں کا مسافر خلیفہ[1]
وہ محمود فضلِ عمر آرہا ہے
کھلا رازِ یُوْلَدُ لَہٗ[2] کا جہاں پر
مسیحا کا لختِ جگر آرہا ہے
عزیز اب جہاں میں محمد کا غلبہ
مسیحا کے ہاتھوں نظر آرہا ہے

(الفضل ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

---

[1] یُسافر المسیح الموعود او خلیفة من خلفائه الی ارضِ دمشق۔ ۱۲
[2] یتزوّجُ و یُولدُ لَہٗ ۱۲

برکاتِ رمضان

مَیں مولیٰ کی اپنے رضا چاہتا ہوں
محبّت حبیبِؐ خدا چاہتا ہوں

مہِ پاکِ رمضاں سلامت رہو ری
زیارت تمری بار ہا چاہتا ہوں

اٹھا کر فرش سے بٹھائے فلک پر
مَیں وہ سوز و سازِ دُعا چاہتا ہوں

کروں جس پہ قرباں مَیں لذّاتِ دُنیا
مَیں وہ ذوقِ آہ و بکا چاہتا ہوں

لباسِ شبِ تار میں رُو بقبلہ
مَیں ترتیلِ آیِ نبیؐ چاہتا ہوں

بہ الحمد و اخلاص و یٰسین و طٰہٰ
مَیں ہر ہمّ و غم کی جلاء چاہتا ہوں

مجھے کیا مزا ہو کسی انجمن میں
مَیں دو اہل دل آشنا چاہتا ہوں

صیام و قیام و قرآن و دُعا میں
مَیں بس یار کی ہی رضا چاہتا ہوں

بناؤں جسے آنکھ کا اپنی سُرمہ
مَیں محمُود کی خاکِ پا چاہتا ہوں

فدائے محمّدؐ سے احمد کے صدقے
مَیں آقا کی اپنے شفا چاہتا ہوں

کہوں جب میں سالم رہے آلِ احمد
تو سارے جہاں کا بھلا چاہتا ہوں

یہ عشقِ مجازی سراسر خسارہ
مَیں محمُود کی اِک نگاہ چاہتا ہوں

مَیں مالک سے یومِ جزاء و سزا کے
رفاقت تری میرزا چاہتا ہوں

ہلالِ افق کی چمک تھوڑی تھوڑی ۔۔۔ میں مغرب سے شمسِ ہدیٰ چاہتا ہوں
ہو توحید قائم جہاں میں مقدّس ۔۔۔ میں تثلیث کا ہی مرا چاہتا ہوں
وفاتِ مسیحا حیاتِ محمدؐ ۔۔۔ میں زندہ فقط مصطفےٰ چاہتا ہوں
ہو عیسیٰؑ فلک پر محمدؐ زمیں میں ۔۔۔ میں قرآں سے اسکی قضا چاہتا ہوں
پڑے ماند تارے سرائیلیوں کے ۔۔۔ میں انوارِ شمسِ حرا چاہتا ہوں
قیامت تلک زندہ نورِ نبوّت ۔۔۔ میں انعام سورۃ نساء چاہتا ہوں

سُناتا رہوں میں کلامِ الٰہی ۔۔۔ خدا سے یہ دِل کی غذا چاہتا ہوں
ہو تبلیغِ اسلام ہی کام میرا ۔۔۔ زباں پاک و قلبِ صفا چاہتا ہوں
سفر میں حضر میں مرے ربِّ رحماں ۔۔۔ میں تبدیلِ سُوءِ قضاء چاہتا ہوں
میں طالب نہیں ہوں کسی سروری کا ۔۔۔ ترے دَر کی مولیٰ گدا چاہتا ہوں
ہو ایماں پہ مولیٰ مرا خاتمہ ۔۔۔ میں تجھ سے یہ عید الضحیٰ چاہتا ہوں
دُعائیں جو کیں میں نے سجدوں میں گر کر ۔۔۔ خدایا اب ان کی وفا چاہتا ہوں

اسی پر ختم کر عزیز التجا کو
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

(خالد جون ۱۹۵۸ء)

ہم ہیں!

(یہ چند اشعار جلسہ سالانہ چک منگلا پر کہے گئے)

مسیحائے محمدؐ کے نشاں معجز نما ہم ہیں
مریضانِ محبت کے لئے عیسیٰ نما ہم ہیں

ہمارے دم سے وابستہ ہدایت سارے عالم کی
غریقانِ ضلالت کے لئے بس ناخدا ہم ہیں

جدھر کو ہم نے مُنہ پھیرا اُدھر کو حق ہی دائر تھا
کہ تعمیرِ نظامِ نو میں دستانِ قضا ہم ہیں

تری نظروں میں اے مُسلم نئے کافر ہوئے پیدا
خدا شاہد ہے نو مُسلم بہ ختمِ انبیاء ہم ہیں

نہیں حاجت سنان و سیف کی جن جانفروشوں کو
دِلوں کو چیرنے والے بہ قرآن و ہُدیٰ ہم ہیں

کریں گے دینِ احمد کو جہاں میں چار سُو غالب
کہ عُشاقِ محمد مصطفٰے صلّی علےٰ ہم ہیں

مسیحائے زماں اُترا جنہوں میں آج اے پیارو!
عزیزِ قوم خوش بختاں چہ قومِ منگلا ہم ہیں

(خالد ستمبر ۱۹۵۸ء)

فیوضِ احمدیّت

بحمد للہ مسیحائے زماں بخشا گیا ہم کو
محمدؐ کی صداقت کا نشاں بخشا گیا ہم کو

قیامت تک کرے گا جو معطر ساری دُنیا کو
کلام اللہ کا وہ گلستاں بخشا گیا ہم کو

نظر آتی ہے اب محمود میں شانِ سماعیلی
زمینِ شور میں آبِ رواں بخشا گیا ہم کو

ڈراتا ہے ہمیں کیوں آتشِ دوزخ سے اے واعظ
اسی عالم میں جب دارالاماں بخشا گیا ہم کو

اجابت آسماں سے بہرِ استقبال آتی ہے
دُعائے نیم شب۔ سوزِ نہاں بخشا گیا ہم کو

فیوضِ احمدیّت کیا بتاؤں تجھ کو اے سالک
نیازِ فقر میں نازِ شہاں بخشا گیا ہم کو

زمانہ ڈھونڈتا پھرتا ہے جس کو آسمانوں میں
عزیزِ باصفا وہ دِلستاں بخشا گیا ہم کو

(خالد جولائی ۱۹۶۲ء)

لاہور آرٹ پریس ۱۵ انار کلی لاہور

ناشران

جمال الدین انجم۔ غلام مرتضیٰ ظفر